مالک بن نبی کی فکری میراث: اسلامی تہذیب کی پسماندگی اور ترقی کے اسباب کا تجزیہ

The Intellectual Legacy of Malek Bennabi: An Analysis of the Causes of Backwardness and Progress in Islamic Civilization

Dr Umar Farooq
Alumni Department of Islamic Studies,
Qurtuba University of Science and Information Technology, Peshawar
Email: umarjabban@gmail.com
Dr Sami Ul Haq
Alumni, Department of Islamic Thought and Civilization,
University of Management and Technology, Lahore
Email: samiulhaqs@gmail.com
Dr Inayat Ur Rahman
Alumni, Department of Islamic Thought and Civilization,
University of Management and Technology, Lahore
Email: inayatbary@gmail.com

Abstract
Malek Bennabi was a prolific thinker on Islamic civilization and social progress who analyzed the causes of Muslim backwardness and advancement. According to him, the primary reason for the decline of Muslim civilization is the lack of harmony between culture and moral values. Bennabi divided the decline of civilization into three major stages: spiritual, intellectual, and instinctive. The spiritual stage occurred during the early Islamic era when Islamic society was founded on spiritual principles. The intellectual stage emerged when the importance of reason and knowledge increased, though it also lacked balance. The instinctive stage was marked by a decline in social equilibrium and moral values, leading to inactivity in both individuals and society.

Bennabi highlighted the need for social reforms in all these stages and clarified that the relationship between backwardness and progress is a complex process that can only be addressed through cultural, intellectual, and moral reforms. His ideas offer a framework for understanding the current state of Islamic society and guide its potential future.

Keywords: Islamic Civilization, Backwardness, Cultural Reforms, Intellectual Development, Moral Values

مالک بن نبی اسلامی تہذیب اور معاشرتی ترقی کے حوالے سے ایک اہم مفکر تھے جنہوں نے مسلمانوں کی پسماندگی اور ترقی کے اسباب کا تجزیہ کیا۔ ان کے مطابق، مسلمانوں کی تہذیب کی پسماندگی کا بنیادی سبب ثقافت اور اخلاقی اقدار میں ہم آہنگی کا فقدان ہے۔ مالک بن نبی نے تہذیبی زوال کو تین اہم مراحل میں تقسیم کیا: روحانی، فکری اور جبلتی۔ روحانی مرحلہ اسلام کے ابتدائی عہد میں تھا جب اسلامی معاشرہ روحانی اصولوں پر استوار تھا۔ فکری مرحلہ اس وقت آیا جب عقل و علم کی اہمیت بڑھی، مگر اس میں بھی ایک توازن کی کمی تھی۔ جبلت کا مرحلہ وہ تھا جب معاشرتی توازن اور اخلاقی اقدار میں کمی واقع ہوئی اور فرد و معاشرت میں سرگرمی کا فقدان ہو گیا۔

مالک بن نبی نے ان تمام مراحل کو معاشرتی اصلاحات کی ضرورت کے طور پر پیش کیا اور یہ واضح کیا کہ پسماندگی اور ترقی کے درمیان تعلق ایک پیچیدہ عمل ہے جو صرف ثقافتی، فکری اور اخلاقی اصلاحات کے ذریعے حل ہو سکتا ہے۔ ان کے نظریات اسلامی معاشرت کی موجودہ حالت کی سمجھ اور اس کے ممکنہ مستقبل کے لیے ایک رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

ثقافت:

مالک بن نبی کے تمام کام کا اگر بغور جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اُن کا تقریباً سارا کام تہذیب و ثقافت کے گرد گھومتا ہے۔ وہ ان دو موضوعات کو مذہب کے پس منظر اور اس کے نظریاتی سیاق و سباق میں مطالعہ کرتے ہیں۔

انہی موضوعات کے ذریعے، مالک بن نبی ترقی، سماجی تبدیلی اور تعلیم سے متعلق دیگر نظریات و افکار سے نمٹنے کے قابل ہوئے۔ اس لیے یہاں مالک بن نبی کی ہر ایک کتاب کا الگ الگ جائزہ لینے کے بجائے اُن کے مجموعی نظریات پر بات کرنا مناسب ہو گا۔ مالک بن نبی کے اہم نظریات اور افکار کو معلوم کر کے دو اہم موضوعات سامنے لائیں۔ چنانچہ ان کی فکر کے یہ دو اہم نکات یعنی ثقافت اور تہذیب کو اس باب میں دونوں کے مذہبی اور نظریاتی ڈھانچے میں زیر بحث لایا جائے گا۔ مزید بر آں، پسماندگی، ترقی اور سماجی تبدیلی کے بارے میں مالک بن نبی کے خیالات کا جائزہ مندرجہ ذیل دو سوالات کے جوابات کے ساتھ کیا جائے گا:

1. مالک بن نبی کے نظریات اور فکر کے بنیادی نکات کیا ہیں؟
2. مسلمانوں کی پسماندگی، ترقی اور سماجی تبدیلی کے بارے میں ان کے خیالات کیا ہیں؟

بن نبی ثقافت کو ایک سماجی حقیقت کے طور پر دیکھتے ہیں، اور اس لیے اُن کے مطابق اس کی تعریف "اخلاقی خصوصیات اور سماجی اقدار کے مجموعہ کے طور پر کی جاتی ہے جو پیدائش سے ہی فرد کو متاثر کرتی ہے، اور لاشعوری طور پر اس کے رویے اور اُس کے طرز زندگی کے درمیان اس دائرے میں تعلق کی علامت بن جاتی ہے، جہاں وہ پیدا ہوا تھا۔"[1] اس کی تعریف یہ بھی کی جا سکتی ہے کہ "عام ماحول جو کسی مخصوص معاشرے کے طرز زندگی اور اس معاشرے میں فرد کے طرز عمل کو اس انداز میں بیان کرتا ہے جو اسے کسی دوسرے معاشرے کے طرز زندگی سے ممتاز کرے۔[2]

ثقافت کے دائرے:

مالک بن نبی کے نزدیک کی ثقافت کے کئی دائرے ہیں:-

1. افراد کا دائرہ
2. فکر کا دائرہ
3. اشیاء کا دائرہ
4. قدرتی عناصر اور مظاہر

ان عناصر کی ثقافتی قدر و قیمت کا انحصار ذاتی رابطے اور اس کی نوعیت پر منحصر ہے، چاہے وہ مؤثر ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ، ان شعبوں کے درمیان تعلق اور رابطے کے ذریعے ہی ثقافتی دنیا ابھرتی ہے اور تاریخ کی اوراق میں جگہ بناتی ہے۔ تاہم، ان عناصر میں سر فہرست، افراد کا دائرہ ہے، جس کی سادہ سی وجہ یہ ہے کہ ثقافت کا مسئلہ ایک اعتبار سے تنہا انسان سے متعلق ہے، اور اس لیے کہ افراد کا دائرہ فرد کے سماجی ماحول کو تشکیل دیتا ہے۔ اس حد تک کہ فرد ہی اس کے رویے کو متاثر کرتا ہے اور اسے ثقافتی طور پر ممتاز کرتا ہے۔[3]

ثقافت کے عناصر:

مالک بن نبی کا خیال ہے کہ ثقافت کے چار عناصر ہیں:-

1. اخلاقی اصول:

چونکہ ثقافتی اسکیم کو آگے بڑھانے کے لیے عمومی حالت کے لیے سب سے پہلے افراد کے درمیان وجودی روابط کی ضرورت ہوتی ہے، اس لیے اس کے بعد یہ ہوتا ہے کہ ہر ثقافت ضرورت کے اعتبار سے ایک مرکب ہے

اور ساتھ ہی ساتھ افراد کی دنیا کی تشکیل بھی، لہٰذا اخلاقی اصول کو سماجی ہم آہنگی پیدا کرنے اور کسی معاشرے کی تاریخی وحدت کو تشکیل دینے کی صلاحیت کے نقطہ نظر سے پرکھا جانا چاہیے۔[4]

2. جمالیاتی ذائقہ:

تعلقات کی نوعیت جمالیاتی ذوق سے متعین ہوتی ہے۔ جمالیاتی ذوق سماجی میل جول کو ایک مخصوص کردار دیتا ہے جو چیزوں کی ایسی تصویر کشی کرتا ہے جو عوامی حساسیت اور ذائقہ کے مطابق ہو، کہ وہ کس رنگ اور کس شکل میں ہوں۔ اس طرح ثقافت اور سائنس کے درمیان ایک اور فرق دریافت ہوتا ہے۔ کیونکہ، جب سائنس کا کام اشیاء کی تشکیل اور فہم پر ختم ہوتا ہے، ثقافت ان کو خوبصورت اور بہتر بنانے کے لئے آگے بڑھتی ہے۔[5]

3. عملی منطق (منطقی سوچ):

اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی عمل کو اس کے ذرائع اور مقاصد سے کیسے جوڑا جاتا ہے، تاکہ کسی بھی عمل کو بغیر کسی جانچ پرتال نہ تو مشکل اور نہ ہی آسان سمجھا جائے۔ اس جانچ پرتال کا معیار سماجی ماحول اور اس کے وسائل سے اخذ کیا جاتا ہو۔ مزید برآں، عملی منطق کا مطلب مخصوص ذرائع سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنا ہے۔

اس کا تعلق معاشرے میں سرگرمی اور تحرک سے بھی ہے جس اور اس کے بغیر سرگرمیاں افادیت اور نظم و ضبط سے عاری ہوں گی۔ تاہم، اس کی افادیت کے کھو جانے کا مشاہدہ اس وقت کیا جا سکتا ہے جب معاشرے کے طرز زندگی یا افراد کے رویوں میں عملی منطق کا فقدان ہو اور دستیاب صلاحیتوں سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا جائے۔[6]

4. صنعت:

یہاں صنعت کی اصطلاح اس کے تنگ اور محدود معانی کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ اس کا مفہوم وسیع تر ہے اور اس میں تمام فنون، پیشے، صلاحیتیں اور سائنسی اطلاقات شامل ہیں۔ لہٰذا، اس لحاظ سے صنعت کا تعلق نظریاتی اصولوں کی ترقی اور کسی عمل کامیابی کے ساتھ مکمل کرنے کے لیے مادی وسائل کی ترقی سے ہے، کیونکہ مختلف تکنیکی اور صنعتی عوامل کے براہ راست نتیجہ کے طور پر معاشرے کا طرز زندگی اور افادیت زیادہ حد تک اشیاء کی دنیا پر منحصر ہے۔

اشیاء کے بغیر سائنس کی تکمیل نہیں ہوتی۔ مزید یہ کہ تکنیکی عناصر کا فقدان عمل کو ناممکن یا مشکل بنا دیتا ہے۔ اس لیے دونوں چیزیں مکمل طور پر باہم مربوط ہونے کے ساتھ ساتھ سر گرمی کی تکمیل اور اس کی افادیت کے لیے ضروری ہیں۔ لہٰذا، اسے تعلیم کے فریم ورک اور اس کے عناصر میں شامل کیا جانا چاہیے۔[7]

مالک بن نبی نے جس طرح صنعت کی اصطلاح استعمال کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دو پہلو ہیں:

ایک انفرادی پہلو، یعنی جب صنعت ذریعہ معاش ہو۔

دوسرا اجتماعی و سماجی پہلو، جہاں صنعت انسانی وجود کی بقاء اور اس کی ترقی کو بر قرار رکھنے کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ یہ بھی اسی تناظر میں ہے کہ مالک بن نبی نے ثقافت کی اصطلاح کی نئی تعریف پیش کی کہ: "ثقافت، چار چھوٹے مرکبات یعنی اخلاقیات، خوبصورتی، عملی منطق اور صنعت کا مجموعہ ہے۔"[8]

مبحث دوم: تہذیب (الحضارة)

مالک بن نبی کی فکر کا دوسرا اہم نکتہ الحضارة یعنی تہذیب ہے۔ اسے اُن کی تقریباً تمام تصانیف کا مرکزی نکتہ قرار دیا جا سکتا ہے، جو مشکلة الحضارة "تہذیب کا مسئلہ" کے مرکزی عنوان سے شائع ہوئی ہیں۔ کیونکہ وہ اس بات پر پوری طرح یقین رکھتے تھے کہ مسلم دنیا کو درپیش مسائل کی بنیاد حضارة میں ہے۔ اس لیے انھوں نے واضح طور پر کہا کہ "ثقافت کا مسئلہ جوہر میں تمام لوگوں کا مسئلہ ہے"[9]، اور اس بات پر زور دیا کہ "مختلف عنوانات کے تحت میری تمام کتابوں کو ایک عمومی عنوان "تہذیب کا مسئلہ" کے تحت رکھا جائے۔

کیونکہ مسلم معاشرہ جس بھی بحران سے دوچار ہوتا ہے وہ درحقیقت ایک ہی مسئلہ سے آتا ہے یعنی اس کے ابتدائی مراحل میں سے کسی ایک مرحلے میں تہذیب کا مسئلہ ضرور ہوگا، خواہ وہ زندگی کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہو یا نہ ہو۔ جہاں ہم آہنگی ہوتی ہے وہاں تہذیب پروان چڑھتی ہے اور معاشرہ ایک صحت مند جسم کی طرح نظر آتا ہے۔ جب کہ تہذیب کے کسی بھی مرحلے میں ہم آہنگی کا فقدان معاشرے پر ہر قسم کی آفات کا باعث بنتا ہے جسے آپ نو آبادیات، جہالت، غربت وغیرہ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ یہ سب حقیقت میں ایک ہی بیماری کی علامات ہیں اور وہ ہے تہذیب سے محرومی۔ اس لیے میری کتابیں ایک طرح سے اس بیماری کی علامات کی نشاندہی اور علاج کے اسباب متعین کرنے کے لئے لکھی گئی ہیں۔[10]

مالک کی نظر میں حضارة "تہذیب" مادہ، اصول، عنصر، فعل اور ان سے پیدا ہونے والی سرگرمیاں یا پیداوار کا اُن کے ساتھ تعلق پر مشتمل ہے:

1. **تہذیب بطور مادہ:** مالک بن نبی کے مطابق، تہذیب "بہترین ثقافتی اقدار کا مجموعہ" ہے۔ اس لیے ثقافت تہذیب کا جوہر ہے۔ ہر سماجی حقیقت اصل میں ایک ثقافتی قدر ہوتی ہے جو سامنے آتی ہے۔ اس لیے ضرورت کے لحاظ سے ثقافت اور تہذیب کا اصل ایک ہی ہے۔[11]

2. **تہذیب بطور اصول:** اصولی تہذیب ایک زندہ خیال کی نمائندگی کرتا ہے، جو کسی معاشرے میں ماقبل ثقافت کے مرحلے میں مہر ثبت کرتا ہے یعنی یہ وہ قوت ہے جو اسے تاریخ کا حصہ بنادیتی ہے۔ اس طرح اس کی جڑیں ایک مستند ثقافتی ماحول میں مضبوطی سے قائم ہو جاتی ہیں جو اُن تمام خصوصیات کو کنٹرول کرتی ہیں جو اسے دوسری ثقافتوں اور تہذیبوں سے ممتاز کرتی ہیں۔[12]

3. **تہذیب بطور عناصر (Elements):** مالک کے مطابق "تہذیب تین عناصر پر مشتمل ہے، جو یہ ہیں: انسان، مٹی اور وقت"۔[13] مزید یہ کہ ہر تہذیب میں انسان کو مٹی اور وقت پر مشتمل ابتدائی سرمائے کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن ایسی ترکیب اخلاقی عامل کے ذریعے ہی ہونی چاہیے، اس کے بغیر یہ سارا عمل ایک تلپٹ ہو جاتا ہے اور کوئی سمت متعین اختیار کرنے، اسے برقرار رکھنے یا اس کا متبادل تلاش کرنے میں ناکام رہے گا۔[14]

4. **تہذیب بطور سرگرمی function** تہذیب "اخلاقی اور مادی عناصر کے مجموعہ کا نام ہے جو معاشرے کو اجازت دیتے ہیں کہ وہ ہر فرد کو اس کی ترقی کے لیے درکار تمام سماجی ضمانتیں فراہم کریں"[15] نیز تہذیب کو اس زاویے سے بھی دیکھا جاسکتا ہے کہ یہ "اخلاقی اور جسمانی حالات کا مجموعہ ہے جو کسی سوسائٹی کو اس قابل بناتے ہیں کہ وہ اپنے افراد کے وجود اور ترقی کے ہر مرحلے میں انھیں ضروری مدد فراہم کر سکے، یعنی بچپن سے بڑھاپے تک"۔[16]

5. **تہذیب کے عناصر:** مالک بن نبی کے مطابق تہذیب کے بنیادی عناصر انسان + مٹی + وقت ہیں۔

(1) **انسان:** مالک بن نبی کے مطابق انسان دو مساواتوں پر مشتمل ہے: ایک فطری، یعنی وہ شکل جس میں اسے خدا تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور جو ہمیشہ کے لیے ناقابل تغیر ہے۔ دوسرا سماجی، جو تغیر پزیر ہے اور تبدیلیوں سے مشروط ہو سکتا ہے جس کے مطابق تاریخ میں اس کی پوزیشن مختلف ہے جس کا تعلق افادیت یا افادیت کی کمی سے ہے۔ مالک بن نبی نے جب بھی انسان کے بارے میں تہذیب کے اہم عنصر کی حیثیت سے بات کی ہے، وہ اس سماجی مساوات کی طرف اشارہ کر کے کی ہے، کیونکہ یہ انسان ہی ہے جو چیزوں کو ڈکٹیٹ کرتا ہے اور تہذیب تخلیق کرتا ہے۔ انسان کے بغیر تہذیب کے دوسرے عناصر اپنی قدر کھو دیتے ہیں کیونکہ ان کی تاثیر انسان کی افادیت پر منحصر ہے۔[17]

اس کے ساتھ انسان ان دو مساواتوں کے مرکب کے طور پر ثقافت کے ایک اہم عنصر کی حیثیت سے دو مزید قدروں کی خصوصیت سے متصف ہے:

پہلی قدر: خام یا قدرتی اقدار: جو ہر انسان کے حیاتیاتی وجود میں پائی جاتی ہے اور فطری طور پر اس کے مزاج میں اپنی ذہانت، مٹی اور وقت کو استعمال کرنے کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔

دوسری قدر: یہ سماجی ماحول کے اندر سے حاصل کیا جاتا ہے اور فرد کے لیے اپنی شخصیت کو بلند کرنے، اپنی صلاحیتوں کی نشوونما اور ان میں نکھار پیدا کرنے کے لیے دستیاب ذرائع کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔[18] مالکیہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ انسان کو درپیش مسائل ایک ماحول سے دوسرے اور ایک تاریخی مرحلے سے دوسرے تاریخی مرحلے میں مختلف ہوتے ہیں، اور اس کا حل اس بات میں مضمر ہے کہ ان پہلوؤں کو کس طرح ایڈرس کیا جائے تاکہ انسان تاریخ کی تشکیل پر اثر انداز ہو۔ ان کا مقصد ہے کہ سوچ، عمل اور معاشی پہلو ہیں۔

انسان کا سوال اس بات پر منحصر ہے کہ وہ ان تین عناصر کو کس طرح ایڈریس کرتا ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم ان پہلوؤں کی وضاحت کی طرف بڑھیں، آیئے سب سے پہلے مالک کے نظریہ رہنمائی کا جائزہ لیں، اس لیے کہ ان کے نزدیک رہنمائی مضبوط بنیاد، تحریک کی ہم آہنگی اور مقصد کی وحدت کی نشاندہی کرتی ہے۔ چونکہ مسلم دنیا نے بے شمار توانائیاں اور قوتیں ضائع کیں، کیونکہ وہ اس بات سے ناواقف تھی کہ ان تمام وسائل کو اپنے مقاصد کے حصول کے لیے کیسے اکٹھا کیا جائے، اس لیے اس تناظر میں رہنمائی guidance کا مطلب یہ ہے کہ لاکھوں مسلمان محنت کشوں اور دانشوروں کی محنتوں اور وقت کو ضائع ہونے سے کیسے بچایا جائے۔

(ا) ثقافت کی رہنمائی (guidance):

ثقافتی رہنمائی کا مطلب ہے رسوم و روایات کے خاتمے کے ساتھ ساتھ تمام مہلک عناصر کا خاتمہ اور اخلاقی اور سماجی فریم ورک سے دیگر نقصان دہ انحطاط، جس کا مقصد زندگی اور زندگی کو متاثر کرنے والے عناصر کے لیے ماحول کو صاف کرنا ہے۔

(ب) عمل کی رہنمائی:

مالک کے نزدیک عمل انسان کے مسئلے کا دوسرا پہلو ہے۔ "یہ سماجی فریم ورک میں اشیاء کے نتیجے کو ترتیب دینے کا ذمہ دار ہے۔ اگرچہ انسان، مٹی اور وقت کے برعکس، عمل کو تہذیب کا بنیادی عنصر نہیں سمجھا جاتا، لیکن اس کے باوجود یہ ان تین عناصر سے پیدا ہوتا ہے، اور اس کی رہنمائی کے ذریعے، انسان کی حالت میں تبدیلی کے لیے کوششیں کی جا سکتی ہیں۔ اور ایک ایسا نیا معاشرہ تشکیل دینے کے لئے جس میں ضروریات زندگی کی ضمانت دی جاتی ہے.[19]

(ج) سرمائے کی رہنمائی:

سرمایہ ایک سماجی tool کے طور پر جانا جاتا ہے جو سوسائٹی کی ترقی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ تاہم، مالک کے خیال میں سرمائے کا مطلب دولت نہیں ہے۔ سرمایہ درحقیقت ایک گردش کرتا ہوا فنڈ ہے جس کا سماجی دائرہ اس کی گردش کرنے اور فرد سے بڑھ کر سوسائٹی کی ترقی کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے زیادہ وسیع ہے۔ یہ پیمانے سے آگے ہے جو فرد کی ذاتی ضروریات متعین کرنے کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ اس کا تعین مقدار کے بجائے معیار کے لحاظ سے کیا جاتا ہے یعنی اس کا اندازہ اس کی مقدار کے بجائے اس کی گردش اور نقل و حرکت سے کیا جاتا ہے۔ اس لیے سرمایہ کی رہنمائی کرنا ضروری ہے تا کہ پیسہ چاہے وہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو، کو حرکت میں لایا جائے، اور یہ زندگی میں سوچ اور عمل کو متحرک کر سکے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ سرمایے کی نقل و حرکت کی منصوبہ بندی کرتے وقت کچھ اصول اور طریقہ کار کو مدنظر رکھا جائے، تاکہ صرف ایک چھوٹے سے گروہ کے بجائے پورا معاشرہ اس سے مستفید ہو۔[20]

(2) مٹی

تہذیب کا دوسرا بنیادی عنصر مٹی ہے۔ مالک کے مطابق جہاں تک اس کی سماجی قدر کا تعلق ہے تو مٹیتہذیب کے عناصر میں سے ایکاہم عنصر ہے۔ نیز چونکہ یہ اصطلاح اخلاقیات، سائنس اور فلسفے سے متعلق ابواب میں بھی استعمال کی جاتی ہے اس لئے کسی بھی الجھن سے بچنے کے لیے، مالک بن نبی نے مٹی کے عنصر کو ظاہر کرنے کے لیے مادہ کی اصطلاح استعمال کرنے سے گریز کیا۔ اس کی وضاحت وہ یوں کرتے ہیں:

"ہم نے جان بوجھ کر اس بحث یعنی تہذیب کے عناصر انسان + مٹی + وقت کے ذکر میں "مادہ" کی اصطلاح استعمال کرنے سے گریز کیا، اور کسی بھی ابہام کو ختم کرنے کے لئے "مٹی" کی اصطلاح کو ترجیح دی۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اخلاقیات کے میدان میں مادہ کی اصطلاح "روح" کے برعکس جبکہ سائنس کے دائرے میںیہ "توانائی" کے مخالف ہے اور فلسفے میںیہ "آئیڈیلزم" کے برعکس ہے۔ اس کے مقابلے میں "مٹی" کی اصطلاح نے کم سے کم ترقی کا سفر طے کیاہے اور الفاظ کے لحاظ سے اس میں سادگی برقرار ہے، جس نے اسے سماجی موضوعات میں اپنا معنی متعین کرنے کے لیے موزوں بنادیا ہے"[21]

مٹی کے مسئلے کو مالک نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے:

(1) قانونی پہلو یعنی اس نقطہ نظر سے کہ سوسائٹی قانون سازی میں زمین کی ملکیت کو کنٹرول کرنے والی قانون سازی بلاشبہ معاشرے پر اس کے اثرات مرتب کرتی ہے، کیونکہ یہ فرد کو سماجی ضمانتیں فراہم کرتی ہے، اس حد تک کہ یہ عوامی مفاد کو آگے بڑھاتی ہے۔

(2) تکنیکی پہلو یعنی مٹی کو تکنیکی طور پر استعمال کرنے کے نقطہ نظر سے اور تکنیکی حالات کے مطابق معاشرے کے مفاد کو آگے بڑھانے کے لیے اس کا استعمال۔[22]

بہر حال بالعموم ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مالک بن نبی کے خیال میں مٹی کی اصطلاح، زمین کی سطح اور اس کے نیچے موجود ہر چیز جیسے: معدنیات اور قدرتی وسائل کو شامل ہے۔

(3) وقت

تہذیب کا تیسرا عنصر وقت ہے۔ اس عنصر کو بھی مالک بن نبی نے سماجی نقطہ نظر سے دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ وقت کا استعمال معاشرے کے تاریخی مرحلے کے ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ اپنی تاریخ کے ایک مخصوص مرحلے میں، ایک معاشرہ وقت کو اہمیت دیتا ہے، جب کہ دوسرے میں، وقت اس کے نزدیک عدم کے برابر ہوتا ہے۔[23] لیکن وقت کی اہمیت کے پیش نظر مالک کا خیال ہے کہ اس کو تمام صنعتی اقتصادی اور ثقافتی عمل میں شامل کر کے اسے ایک سماجی وقت میں تبدیل کرنا ضروری ہے، کیونکہ ان تمام اعمال کے تسلسل کا بنیادی مقام قرار دیا جاسکتا ہے۔[24]

تاہم، شروع میں ایسا لگتا ہے کہ شاید وقت کے ساتھ مالک بن نبی عمر کی اصطلاح بھی شامل کرنا چاہتے تھے، لیکن ایسا نہیں ہے کیونکہاُن کی رائے میں "وقت" عمر کی بہ نسبت زیادہ جامع اصطلاح ہے کیونکہیہ ثقافت اور اس کی تمام مظاہر کو شامل ہے، اور انسان بھی ان میں سے ایک ہے۔

تہذیب اور معاشرہ:

مالک بن نبی نے معاشرے کو ایک سماجی مظہر کے طور پر تقسیم کیا ہے:

(الف) فطری یا قدیم معاشرہ: یہ وہ معاشرہ ہے جو اپنے اندر کوئی خاص تبدیلی نہیں پیدا کر سکا، اس کے آغاز ہی سے اس کی تجدید کے لیے ضروری خصوصیات اپنے اندر پیدا نہ کر سکا۔ یہ ایک غیر فعال معاشرے کی زندہ مثال ہے جس میں مخصوص خصلتیں ہوتی ہیں، جیسے چیونٹیوں اور شہد کی مکھیوں کی سوسائٹی، نوآبادیاتی دور سے قبل کے افریقی قبائل اور جاہلی دور کے عرب قبائل کی سوسائٹیاں۔

(ب) مابعد التاریخ کا معاشرہ: یعنی وہ معاشرہ جس نے ابتدائی حالات میں جنم لیا لیکن ارتقاء کے قانون کے مطابق وہ اپنی خصوصیات کو تبدیل کرنے کے قابل تھا۔ یہ منتقل سوسائٹی کا ایک نمونہ ہے جو تبدیلی کے قوانین کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے اور بنیادی طور پر اپنے خصائص میں ترمیم کرتا ہے۔ لہٰذا، تاریخی معاشرے کے ظہور کو ایک حادثاتی واقعہ کے طور پر نہیں دیکھا جاسکتا، کیونکہ واقعی یہ تبدیلی کے ایک پائیدار عمل کا نتیجہ ہے، جس میں اثر قبول کرنے والے اور اثرانداز ہونے والے دونوں معاشرے شامل ہیں، ایک عمومی نظریاتی منصوبے کے مطابق۔

فطری طور پر، چونکہ معاشروں کا تاریخی نمونہ اپنی پیدائش سے شروع ہونے والے تاریخی حالات کی وجہ سے تغیرات کا شکار ہوتا ہے، اس میں ایک وہ تاریخی معاشرہ جس کی پیدائش اس ماحول سے متعلق فطری حالات کی طرف سے عائد کردہ تشخیص کے جواب میں ہوتی ہے جس میں وہ پیدا ہوا تھا، چاہے اس ماحول میں اچانک تبدیلی آئی ہو، یا اس کے اجزاء کو ایک نئے قدرتی ماحول کے حالات کا سامنا کرنا پڑا ہو۔ اور یہ وہ جغرافیائی ماڈل ہے جس سے امریکی معاشرہ تعلق رکھتا ہے۔ اور جو بدلے میں یورپی امیگریشن کا نتیجہ ہے جو نئے براعظم میں نئے قدرتی حالات کے مطابق ڈھالنے پر مجبور ہو گیا ہے۔ اور ایک وہ تاریخی معاشرہ: جو کسی خیال کے جواب میں سامنے آتا ہے۔ اور وہ اس نظریاتی معاشرے کا نمونہ ہے جس سے مسلم دنیا اور یورپی معاشروں کا تعلق ہے۔[25]

تہذیب کے مراحل:

ہر معاشرہ خواہ معاصر معاشرہ ہو یا وہ جو ناپید ہو چکا ہے، دراصل ایک تاریخی معاشرہ ہے جس میں ارتقاء کے تمام مراحل کو درج ذیل مراحل میں بیان کیا جاسکتا ہے:

1. قبل از تہذیب یا قدیم معاشرہ جہاں تک اس کی ثقافت کی دنیا کا تعلق ہے قدیم معاشرے کی سب سے نمایاں خصوصیت سستی ہے، یعنی ثقافت کی دنیا میں حرکت کی عدم موجودگی، خاص طور پر نظریاتی نقطہ نظر سے، جو تصورات کے بجائے اشیاء کے گرد گردش کی علامت ہے۔[26]

2. مہذب معاشرہ کا مرحلہ، اس مرحلے میں معاشرہ مذہب کی آمد کے ساتھ داخل ہوتا ہے اور اپنے ساتھ ایک نئی تہذیب کا ڈھانچہ لے کر آتا ہے۔ یہاں بھی، معاشرہ تین مرحلوں سے گزرتا ہے، جن میں سے ہر ایک کی اپنی خاصیت ہے جو اسے اپنے پیشرو سے ممتاز کرتی ہے۔ یہ مراحل جنہیں تہذیب کا تاریخی دائرہ بھی کہا جاتا ہے، یہ ہیں:

1) نشاۃ ثانیہ 2) عروج 3) زوال

قدرتی طور پر ہر تہذیب دو حاشیوں کے درمیان آتی ہے یعنی عروج اور زوال۔ پہلے حاشیہ پر تہذیب اوپر چڑھتا ہے جبکہ دوسرے حاشیہ پر اترنا شروع ہوتا ہے۔ تاہم، ضرورت کے لحاظ سے ان دو مرحلوں کے درمیان ایک خاص توازن موجود ہے یعنی عروج کا سٹیج - وہ مرحلہ جو نیچے دی گئی تصویر کے مطابق تہذیب کے پھیلاؤ اور توسیع کی وضاحت کرتا ہے:[27]

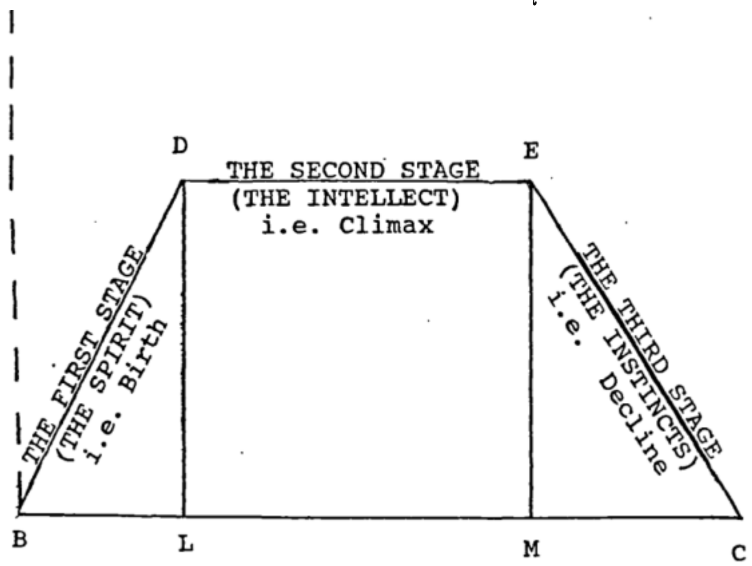

تہذیب کا پہلا مرحلہ: مندرجہ بالا نقشے کے مطابق، تہذیب کا پہلا مرحلہ روح (نشاۃ ثانیہ یا پیدائش) کا مرحلہ ہے، جہاں سے اس کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ پوائنٹ (B) سے شروع ہوتا ہے اور معاشرے میں مذہب کے ظہور اور تہذیب کے تشکیل کے آغاز کے ساتھ موافق ہوتا ہے۔ یہاں، جبلتوں کو ایک خاص نظام کے مطابق سنبھالا جاتا ہے جو انہیں روکتا ہے۔ کیونکہ روح معاشرے کے ارتقاء پر حاوی ہوتی ہے اور اس کی رہنمائی کرتی ہے، جیسا کہ معاشرے کی اہم توانائیوں کو ایڈجسٹ کرنے یا اسے اپنے تاریخی فرائض کی انجام دہی کے قابل بنانے کی خاطر خواہ صلاحیت سے ظاہر ہوتا ہے۔[28]

تہذیب کا دوسرا مرحلہ عقل کا ہے یعنی عروج ہے، اس کا آغاز اس نقشے کے مطابق D سے ہوتا ہے۔ معاشروں کی توسیع اور تکمیل کے زور سے اس مرحلے میں تہذیب داخل ہوتی ہے۔ نئی بنیادی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اسے ایک نئے راستے پر چلنا پڑتا ہے، یعنی عقل کا راستہ۔ روح سے بالکل مختلف لیکن چونکہ عقل میں اس قسم کے کنٹرول کا فقدان ہے جس کی روح جبلتوں پر کام کرتی ہے، اس لیے یہ جبلتیں جلد ہی بند ہونے لگیں گی، اور روح آہستہ آہستہ اپنی طاقت کھو دے گی، اور معاشرہ فرد پر دباؤ ڈالنا چھوڑ دے گا۔ مزید یہ کہ یہ بات ناقابل تردید ہے

کہ جبلتیں ایک جھٹکے میں ڈھیلی نہیں ہوتیں، بلکہ بتدریج، اور روح کی طاقت کی سستی کے مطابق ہوتی ہیں۔ تاہم اس مرحلے کی خصوصیت مادے کو ڈھالنے کے رجحان یا مشینی کی طرف رجحان سے ہوتی ہے۔ اہم توانائی کی موافقت جیسا کہ تھا۔

روح کے مرحلے میں کیس. معاشرہ بھی اس مرحلے پر اپنے بنیادی اصولوں سے تعظیم کے معیار کو ہٹانے کی طرف مائل ہوتا ہے کیونکہیہ تکنیکی طور پر ترقی کرتا ہے جسے ماہرین معاشیات ترقی کہتے ہیں، جبکہ تاریخ دان اسے پسماندگی سے تعبیر کرتے ہیں کیونکہ یہ منحنی خطوط کے آغاز کی علامت ہے بہ الفاظ دیگر یہ معاشرے کی بوڑھے ہونے کی علامت ہے۔[29]

تہذیب کا تیسرا مرحلہ: مابعد تہذیب کا معاشرہ ہے، اس مرحلے کا آغاز نقطہ (E) سے ہوتا ہے جو نقطہ زوال ہے اور (C) کی طرف بڑھنا شروع ہوتا ہے۔ تہذیب کے اس موڑ معاشرے میں جبلتیں آزادی کی انتہا کو پہنچ کر معاشرے میں غالب قوت بن جاتی ہیں۔ روح اپنی بالا دستی کھو دیتی ہے اور تہذیب اپنا سرکل مکمل کر لیتی ہے۔[30]

پہلے مالک بن نبی کا تہذیبی سرکل پیش کیا تھا، لیکن بعد میں انھوں نے تہذیبی دائرے کی ناگزیریت کے اپنے نظریہ میں کچھ ترامیم کیں جیسا کہ انھوں نے 1948 میں شائع ہونے والے اپنے مقالے "نشاۃ ثانیہ کے حالات" اور 1954 میں شائع ہونے والے اپنے آرٹیکل "مسلم دنیا کی سمت" میں اس کا نام "ابدی سرکل" رکھا تھا۔ بعد میں جب 1956ء میں بانڈونگ کانفرنس کے موقع پر انھوں نے "افرو ایشیا کا تصور" پیش کرتے ہوئے لکھا "لیکن جب اپنی صنعتی طاقت کی وجہ سے مغربی دنیا نے اپنی تہذیب کو وسعت دی تو اس نے اس کی تاریخی نوعیت کو تبدیل کر دیا، جس سے اب وہ تہذیبی دائرے کے تابع نہیں رہا جیسا کہ ابن خلدون کے زمانے میں ہوا کرتا تھا۔ اب مغربی تہذیب کا زوال ختم ہو گیا ہے کیونکہ اس کا دائرہ کار تبدیل کر دیا گیا ہے اب یہ آفاقی اور ابدی ہو گئی ہے۔"[31]

اس طرح تہذیب کے قانون میں اچانک تبدیلی دیکھنے میں آئی اور صنعتی ترقی اور استعماری حربوں کی وجہ سے مغربی تہذیب کے فروغ اور قدر نے کسی مخصوص معاشرے یا تہذیب کے دائرہ کار میں محدود تہذیب کے تصور کو تبدیل کر دیا ہے۔ تہذیب کے دائرہ کار میں اس طرح کی توسیع نے یقینی طور پر اس کی تاریخی نوعیت کو اس حد تک بدل دیا ہے کہ اب یہ تہذیبی دائرے کے قانون کے تابع نہیں رہی۔ تہذیب صرف اسی وقت اس دائرے کے تابع ہو سکتی ہے جب یہ ایک خاص معاشرے کے دائرہ کار تک محدود ہو۔ اس صورت میں معاشرہ جلد ہی اپنی تخلیقی صلاحیتوں سے محروم ہو سکتا ہے اور اس کے نتیجے میں تہذیب کے زوال کا سبب بن سکتا ہے۔[32]

تاہم اس دور میں تہذیب کے زوال کے بارے میں سوچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے، کیونکہ تہذیب کی تشکیل اور اس کی بقا تمام لوگوں کی فکر بن چکی ہے۔ جب یہ ایک جگہ زوال کا شکار ہوتی ہے تو دوسری جگہ پر پھلتی پھولتی ہے۔ اب تو انسانی تہذیب کا مکمل خاتمہ آخری چاند گرہن (دنیا کی تباہی) کے ساتھ ہی ہو سکتا ہے۔[33]

مبحث سوم:

مذہب اور حضارہ

مالک بن نبی کا خیال ہے کہ مذہب براہ راست یا بالواسطہ تہذیبوں کی بنیاد ہے۔[34] ان کے مطابق مذہب، قدرتی قوانین اور دیگر کائناتی اصولوں کی طرح ایک ضابطہ حیات بھی ہے اور تہذیبوں کے عروج کا فیصلہ کن عنصر بھی۔[35] نیز، مالک کے مطابق، مذہب روح اور معاشرے دونوں کے درمیان فاعلیت کا کردار ادا کرتا ہے۔ لہٰذا مذہب سماجی اقدار کا ڈھانچہ ہے۔ یہ اپنی ابتدائی حالت کے دوران یہ کردار ادا کرتا ہے۔ اُن کے مطابق آئیڈیالوجی "افراد کی سرگرمی کو یکجا کرتی ہے اور اسے ایک مشترکہ سرگرمی میں مؤثر محرکات کے ذریعے تبدیل کر دیتی ہے جس سے اسے تاثیر اور تناؤ ملتا ہے اور ایسا طریقہ کار جو توانائیوں کو متحد کرتا ہے اور ان توانائیوں کے تاریخی دھارے کا تعین کرتا ہے۔"[36]

مذہب اور نظریے کا تعلق:

مذہب اور نظریے کے درمیان تعلق کا تعین کرنے کے لیے مالک نظریے کے دائرہ کار کا تعین کرتے ہیں جو کہ سابقہ تعریف کے مطابق نظریات سے متعلق ہے، جو کہ دو طرفہ ہے:

(ا) بنیادی اور اساسی افکار:

یہ وہ افکار ہیں جو ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل ہوتے ہیں ان میں نسلوں کی پرورش اور معاشرے کی ثقافتی بنیادوں کو تشکیل دینے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ وہ مخصوص مراحل میں نسل کی اخلاقیات کی عکاسی کرتے ہیں، اور یہ ما قبل تہذیب کے معاشرے کی خصوصیات ہیں جو اس کی ابتدائی سرگرمیوں کے حوالے سے ہیں۔

(ب) عملی خیالات:

یہ وہ افکار ہیں جو فنی اور تکنیکی طور سے ایک گروہ سے ظاہر ہوتے ہیں، اور معاشرے کی سرگرمیوں کو ڈکٹیشن دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ہر نسل قدرتی طور پر اپنے تاریخی حالات کے مطابق اور اپنی سرگرمیوں کو مزید بہتر اور تیز تر بنانے کے لیے ان خیالات میں حالات کے مطابق ترمیم کرتی ہے۔ تاہم جیسے جیسے معاشرہ اگلے

مرحلے کی طرف بڑھتا ہے اور حضارہ کا دور شروع ہوتا ہے، اس میں کچھ تبدیلیاں آتی ہیں جو مکمل طور پر ثقافتی انقلاب سے ملتی ہیں، جس سے اس کے تکنیکی طریقہ کار پر ایک محدود اثر پڑتا ہے۔ لیکن جہاں تک اس کی اخلاقیات کا تعلق ہے تو وہ اسے یکسر بدل دیتے ہیں۔ جب کہ تکنیکی اشیاء کے طریقہ کار میں تہذیب کے اگلے مرحلے تک کوئی تبدیلی نہیں آتی۔[37]

عملی افکار معاشرے کو مخصوص سانچے میں ڈھالتے ہیں اور اس میں نئے تعلقات کا تعین کرتے ہیں۔ تاہم، اس سب کی وجہ مذہب کے علاوہ کوئی نہیں ہے، لہذا تہذیب ابتدائی اور بنیادی اقدار اور عملی افکار و نظریات سے پیدا ہوتی ہے۔ مزید بر آں، ابتدائی اقدار اور ثقافت فرد کی توانائی کو ڈکٹیٹ کرنے کا ذمہ دار ہے جبکہ عملی افکار و نظریات معاشرے کی توانائیوں کو رُخ دینے کا ذمہ لیتا ہے۔ لہٰذا، انفرادی عمل اور اجتماعی عمل کے درمیان انضمام ایک منظم منصوبہ بندی کے تناظر میں نظریہ کے ذریعے ہوتا ہے تاکہ تہذیب پیدا ہو۔[38]

مذکورہ بالا بحث سے یہ واضح ہوا کہ نظریہ تہذیب کی تشکیل میں ثقافت کا ساتھ دیتا ہے۔ لہٰذا، نظریے کی عدم موجودگی تعمیر میں رکاوٹ ڈالتی ہے اور فرد کی سرگرمی کو اس تناؤ سے محروم کرتی ہے جو اسے مشترکہ کارروائی میں شامل کرنے میں سہولت فراہم کرتی ہے۔

مالک بن نبی کی فکر کے دو اہم اور بنیادی محوروں کا اپنے مذہبی اور نظریاتی مدار میں ثقافت اور تہذٰب کے حوالے سے جائزہ لینے کے بعد ضروری ہے کہ اُن کے اُس معاشرے کے بارے میں نظریہ کی وضاحت بھی کی جائے جس میں یہ تین عناصر یعنی ثقافت، تہذیب اور نظریہ اٹھتے ہیں۔ نیز اس حالت کا بھی جائزہ لیا جائے جس میں اسلام کے ظہور سے لے کر آج تک عرب اور مسلم معاشرے موجود تھے اور خود اُس معاشرے کی حالت کا بھی جس میں مالک بن نبی خود رہتے تھے۔

مالک بن نبی کے مطابق جاہلی دور (قبل از اسلام) کا عرب معاشرہ غیر فعال اور دیہاتی تھا۔[39] اس معاشرے پر ایک قبائلی اور ایک چھوٹے سے معاشرہ کا اطلاق کیا جاسکتا ہے، اس کے افراد ایک محدود ثقافتی زندگی گزار رہے تھے۔ اس کا مذہبی عقیدہ بت پرستی پر مبنی تھا، معاشرے میں اشیاءِ ضروریہ کی کمی تھی اور جن بنیادی وسائل کی ایک شخص کو زندہ رہنے کے لیے ضرورت ہوتی ہے، اُن تک رسائی محدود تھی۔ اس کی سب سے نمایاں فکری جستجو شاعری تھی، اور کوئی تہذیبی معیارات موجود نہیں تھے سوائے مخصوص روایتی اصولوں کے جیسے کہ بے سہارا لوگوں کو پناہ دینا اور مہمان نوازی وغیرہ۔[40]

اس کے بعد اسلام آیا جس نے اس قدیم بدوی معاشرے کو ایک تاریخ ساز معاشرے میں بدل دیا۔ قرآن کے نزول کے ساتھ ثقافت کی ایک نئی دنیا ابھری اور اسلام اس قابل ہوا کہ جاہلی معاشرے کی اہم توانائی کو مہذب معاشرے کے تقاضوں کے ہم آہنگ کر سکے۔ مالک بن نبی کے خیال میں قرآن کریم کے نزول ہی کی وجہ سے تہذیب نے عروج پائی اور اسی کی وجہ سے معاشرے کے افراد میں موجود صلاحیتیں منظم ہوئیں جس کی وجہ سے معاشرہ بداوت سے حضارت کی طرف منتقل ہوا۔[41]

اس کے علاوہ مالک بن نبی کے مطابق، اسلام نے اخلاقی خوبیوں پر مبنی ایک ایسی ثقافت تیار کی جو عملی طور پر پیش کی گئی اور جس نے حقیقت کی شکل اختیار کی، درذیل مظاہر کو دیکھ لیجئے:

(ا) ایمان اور محنت کے درمیان تعلق

(ب) الانصار اور مہاجرین کے درمیان مواخات

(ج) قرآنی افکار کی پابندی کے ذریعے سماجی روابطے کے مضبوط نیٹ ورک کا قیام

یہ سب کچھ عملی طور پر کر کے دکھایا نہ کہ ایسے تصورات کے طور پر جو فقہائے شرعی کے ہاتھوں سکھائے جاتے ہوں، بلکہ ایک عملی اور اثر انگیز حقیقت کے طور پر پیش کیا جس نے براہ راست ہر فرد اثر ڈالا۔[42]

یہ اسلامی ثقافت کے ظہور اور اس کے تاریخی معاشرے کی پیدائش کے بارے میں مالک کے خیالات ہیں۔ لیکن اس معاشرے کی موجودہ حالت کیا ہے؟

تہذیبی زوال کے مراحل:

مالک بن نبی کے مطابق، تہذیب کے دائروں کا تجربہ کرنے کے بعد عرب اور مسلم دنیا زوال کے مرحلے میں داخل ہوئی ہے۔ یہ کام الجزائر میں موحدین کی ریاست کے خاتمے 668 ہجری (1269 عیسوی) سے شروع ہوا ہے۔ مالک بن نبی کے نزدیک یہ دائرہ درج ذیل مراحل پر مشتمل ہے:

(1) روحانی مرحلہ: اسلامی تہذیب کا یہ مرحلہ اسلام کے ظہور سے لے کر 38 ہجری (657 عیسوی) تک جاری رہا۔

(2) فکری مرحلہ: یہ 38 ہجری سے 668 ہجری تک (657-1269 عیسوی تک) بڑھا۔ یعنی معرکہ صفین کے اختتام سے جس میں مالک بن نبی کے مطابق حضرت معاویہ نے مادے اور روح کے درمیان توازن کو ختم کر دیا جس سے فرد کے عقیدے سے وابستگی کے باوجود معاشرے میں عدم توازن پیدا ہو گیا۔ اس مرحلے کی خصوصیت صنعتی سوچ کی ابتدائی علامات کی ظہور تھا جس کی وجہ سے بنیادی طور پر اس مرحلے کو فکری بالادستی حاصل تھی۔

(3)جبلت کا مرحلہ:

اس مرحلے میں مذہب کے سماجی کردار کا خاتمہ ہوا جب روح اور عقل خالی ہو گئے اور جبلتیں ابھر کر معاشرے کے رویے، اس کے ارکان اور اس کی تہذیب پر اثر انداز ہو گئیں۔ تہذیب خود جمود اور تنزلی کا شکار ہونے لگی اور اس کے نتیجے میں وہ عوامل جو معاشرے کو اوپر کی طرف لے جانے کی صلاحیت رکھتے تھے، نے کام کرنا بند کر دیا اور معاشرتی تہذیب اپنا جواز کھو بیٹھی۔ دھیرے دھیرے سوچ، عمل اور عقل کو سہارا دینے والی قوت محرکہ ختم ہو گئی جس کی وجہ سے:

(1) عقل اور ضمیر کے درمیان تصادم کا بگاڑ پیدا ہوا۔ اس مرحلے پر علم و معرفت کی جگہ موقع پرستی لے لیتا ہے، اور اپنا انسانی اور سماجی حیثیت کھو دیتا ہے جب کہ علم اور ضمیر کے درمیان خلیج بتدریج وسیع ہوتی گئی۔

(2) ثقافت جمود کا شکار ہو گئی اور اس پر لفاظی، سختی، منفیت اور استعمار کی طرف رغبت کا رویہ غالب آ گیا۔

(3) فرد اور معاشرے دونوں کے رویے میں فعالیت اور مستعدی ختم ہو گئی۔

(4) منفی نفسیاتی عناصر لاشعور میں جمع ہوتے گئے اور روح کا اثر عقل پر مسلسل کم ہوتیگئی جس سے رویے پر جبلتوں کا غلبہ ہو گیا۔[43]

اس طرح، مالک نے عالم عرب اور عالم اسلام میں پسماندگی، کمزوری، تنزلی اور جمود کی موجودہ صورت حال کو "تہذیب کا مسئلہ" قرار دیا اور اس بات پر زور دیا کہ "بہت سے مسائل جن کو ہم پسماندگی اور دیگر ناموں سے تعبیر کرتے ہیں در حقیقت ایک ہی مسئلے کے مختلف نام ہیں اور وہ ہے "تہذیب کا مسئلہ"۔[44] اُن کی نظر میں مسلم معاشرہ در حقیقت ایک ہی بیماری کا شکار ہے، یعنی تہذیب کا فقدان۔ اس لیے انھوں نے مناسب سمجھا کہ علاج کی تلاش میں اصل مرض کی تشخیص کی کوشش کی جائے۔

یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ پسماندگی، ترقی اور سماجی تبدیلی، نشاۃ ثانیہ، بیداری، ارتقاء، ترقی، اصلاحات، وغیرہ("Growth", "Reawakening", "Evolution", Renaissance" "Reform", "Progress"") کے مترادف اصطلاحات ہیں، جو فکر اور اصلاح کے میدان میں معاصر عرب اور مسلم مفکرین نے استعمال کئے ہیں اور ان کا مقصد اصلاح، ترقی یا تبدیلی کے طریقہ کار کی نشاندہی کرنا ہے۔

نتائج و سفارشات

مالک بن نبی کی تہذیبی فکر سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کی پسماندگی کا حل ثقافت، اخلاقی اقدار، اور فکری اصلاحات میں مضمر ہے۔ معاشرتی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ مادی اور روحانی اقدار کے

درمیان توازن قائم کیا جائے۔ ان کے نظریات اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ اسلامی معاشرت کو پسماندگی سے نکالنے کے لیے اجتماعی سطح پر اخلاقی، فکری اور تہذیبی اصلاحات کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں کو اپنی تاریخ اور ثقافت سے جڑے رہ کر جدید دنیا میں ترقی کے راستے تلاش کرنے ہوں گے۔

حوالہ جات

[1]۔ مالک بن نبی، **مشکلۃ الثقافۃ** (دمشق، دار الفکر، 1959ء)، ص:39۔

[2]۔ مالک بن نبی، تاملات فی المجتمع العربی (دمشق، دار الفکر، 1961ء)، ص:143۔

[3]۔ مالک بن نبی، **مشکلۃ الثقافۃ** (دمشق، دار الفکر، 1959ء)، ص:59-60۔

[4]۔ ایضا، ص:60۔

[5]۔ مالک بن نبی، **تاملات**، ص:146۔

[6]۔ مالک بن نبی، **مشکلۃ الثقافۃ** (دمشق، دار الفکر، 1959ء)، ص:63.

[7]۔ ایضا، ص:63.

[8]۔ ایضا، ص:64۔

[9]۔ مالک بن نبی، **شروط النھضۃ**، ص:19۔

[10]۔ مالک بن نبی، **مجلۃ الفکر الاسلامی** العدد السابع، السنۃ الثانیۃ (بیروت: 1973ء)، ص:2۔

[11]۔ مالک بن نبی، **مشکلۃ الثقافۃ** (دمشق، دار الفکر، 1959ء)، ص:98-99۔

[12]۔ مالک بن نبی، **مشکلۃ الافکار فی العالم الاسلامی** (قاہرہ: مکتبۃ عمار، 1971ء)، ص:49۔

[13]۔ مالک بن نبی، **تاملات**، ص:198۔

[14]۔ مالک بن نبی، **الفکرۃ الافریقیۃ الآسیویۃ** (دمشق: دار الفکر، 1959ء)، ص:134۔

[15]۔ مالک بن نبی، **مشکلۃ الافکار**، ص:50۔

[16]۔ مالک بن نبی، **آفاق جزائریۃ** (دمشق: دار الفکر، 1964ء)، ص:38۔

[17]۔ مالک بن نبی، **تاملات**، ص:200۔

[18]۔ مالک بن نبی، **شروط النھضۃ**، ص:145۔

[19]۔ ایضا، ص:106۔

[20]۔ ایضا، ص:109۔

[21] ۔ ایضا، 44۔

[22] ۔ ایضا، ص:44۔

[23] ۔ ایضا، ص:139۔

[24] ۔ مالک بن نبی، **آفاق جزائریۃ**، ص:60۔

[25] ۔ مالک بن نبی، **میلاد مجتمع**(دمشق: دار الفکر،1962)، ص:7-10۔

[26] ۔ مالک بن نبی، مشکلۃ الافکار، ص:43۔

[27] - Basha, Adnan Khalil, MALEK BENNABI AND HIS MODRERN ISLAMIC THOUGHT, PhD thesis presented to The University of Salford, England, p. 65.

[28] ۔ مالک بن نبی، **شروط النھضۃ**، ص:66.

[29] ۔ **شروط النھضۃ**، ص:66-67

[30] ۔ ایضا، ص:67۔

[31] ۔ مالک بن نبی، **فکرۃ الافریقیۃ الآسیویۃ**، ص:258۔

[32] -Basha, Adnan Khalil, MALEK BENNABI AND HIS MODRERN ISLAMIC THOUGHT, p.68.

[33] ۔ مالک بن نبی، **فکرۃ الافریقیۃ الآسیویۃ**، ص:258۔

[34] ۔ مالک بن نبی، **آفاق جزائریۃ**، ص:65۔

[35] ۔ مالک بن نبی، **الظاھرۃ القرآنیۃ**، ص:52۔

[36] ۔ مالک بن نبی، **آفاق جزائریۃ**، ص:129.

[37] ۔ مالک بن نبی، **مشکلۃ الافکار**، ص:129۔

[38] ۔ مالک بن نبی، **آفاق جزائریۃ**، ص:78۔

[39] ۔ مالک بن نبی، **شروط النھضۃ**، ص:51۔

[40] ۔ مالک بن نبی، **مشکلۃ الافکار**، ص:43-44۔

[41] ۔ ایضا، ص:62-63۔

[42] ۔ ایضا، ص:98۔

[43] ۔ **شروط النھضۃ**، ص:53۔

[44] ۔ **آفاق** جزائریۃ، ص:77۔